ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

محمد سلیم سرور: پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، نمل، اسلام آباد

ڈاکٹر عنبرین تبسم شاکر جان: شعبہ اردو، نمل، اسلام آباد

سیدہ فرح امیر: پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، نمل، اسلام آباد

اردو ناول: محمد حفیظ خان کے ناول "کرک ناتھ" کا جنسی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Urdu Novel: An Analytical Study of Muhammad Hafeez Khan's Novel "Karaknath"

Abstract

Analyzing Mohammad Hafeez Khan's novel "Kariknath" in the context of sexuality, different types of sexual tendencies flourishing in the society have been brought to the fore.After an analytical study of the novel, three types of sexual orientation emerge. In sexual disease, the first case comes in which the oppressive society forcibly captures the woman and subjects her to sexual violence. In the proposed novel, Tefe Khote begins by forcing Mahin to be the target of his lust, and later Ilyas, Kala, Ramadan and Zeeshan take the lead in conquering this conqueror. In sexuality, the other way is highlighted when the inner strings of the woman are released, then not only the conquerors of this fort are tired, but the woman herself also passes the limit for this addiction. If kept away from her, she fulfills her addiction by forcibly making his servant Ansar her victim.The third form of sexism comes from those who use the body as a business.

Keywords: Sexuality, Narative, Forcebly sexual victim, Sexual lust, Sexual worker

جنسیت

جنسیت سے مراد ہے جنس کے بارے میں جاننا، جنس کے بارے میں بیان کرنا اور جنس کے بارے میں سوال کرنا۔ جنسیت میں یہ بھی شامل ہے کہ ہم کس طریقے سے لباس پہنتے ہیں اور ہماری چال ڈھال کیا ہے۔ اسی جنسیت میں جنسی تعلق قائم کرنے کے طریقے اُس تعلق کے بارے میں بات کرنا بھی شامل ہے۔

Sexuality جنسیت

جنسیت وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے لوگ جنس کے بارے میں جانتے ہیں یا مخصوص طریقے سے تعلق قائم کرتے ہیں۔ جنسیت کی بات کی جائے تو اس میں شہوانی، حیاتیاتی، جسمانی، جذباتی، سماجی یا روحانی رویے شامل ہیں۔ یہ اصطلاح معنی و مفاہیم کا ایک جہان لیے ہوئے ہے اس لیے اس کی کوئی مخصوص و محدود اور متعین تعریف کرنا آسان کام نہیں تاہم جنسیت کی مزید کچھ اقسام کا ذکر کیا جا رہا ہے تا کہ اس کے معنوں مزید صراحت پیدا ہو سکے۔

Heterosexual مخالف جنسی تعلق

جنسِ مخالف سے تعلق قائم کرنا یعنی مذکر اور مونث کا تعلق مثلاً مرد اور عورت کا جنسی تعلق۔ ایسا تعلق انسانی اور حیوانی سوسائٹی کا جزو لاینفک ہے۔

Autosexual خود جنسی

خود جنسی کا مکمل روپ تو انسانی معاشرے میں ہی نظر آتا ہے، حیوانی معاشرے میں اس کی جزوی تصویر سامنے آسکتی ہے۔ خود جنسی سے مراد ہے کہ انسان اپنے جسمانی اعضا کو چھو کر لطف حاصل کرے یا اپنے جسمانی اعضا کا خود استعمال کرتے ہوئے اپنی جنسی خواہش یا ضرورت پوری کرے۔

Omnisexual متعدد جنسی

متعدد جنسی کا مطلب زیادہ سے زیادہ انواع حیاتی کے ساتھ جنسی تعلق رکھنے کا روادار ہونا اور اس اصطلاح کو ان افراد کو بیان کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے جن کی جنسیت کسی خاص صنف، جنس یا جنسی رجحان کے لوگوں تک محدود نہیں ہے۔

Homosexual ہم جنسی

ہم جنسی سے مراد ہے ایک ہی جنس سے تعلق رکھنے والے دو اجسام کا آپسی تعلق قائم کرنا۔ اس طرح کا تعلق انسانی معاشرے اور جنگلی معاشرے میں تقریباً ہر دور میں کسی نہ کسی صورت میں نمو پذیر ہوتا رہا ہے۔

Allosexism

انسانی معاشرہ جس طرح زندگی کے باقی معاملات میں قوانین کا جامہ رکھتا ہے اسی طرح جنسی معاملات میں بھی ایسے ہی کچھ تصورات کا جامہ رکھتا ہے جس کے ذریعے افراد کو اس بات سے آگاہی ملتی ہے کہ انھیں بھی جنسی معاملات میں دلچسپی لینی چاہیے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

یا اس قسم کا کوئی تجربہ کرنا چاہیے۔ اس اصول سے یہ بھی ان افراد کو مٹانے میں بھی معاونت ملتی ہے جو جنسی معاملات میں دلچسپی نہیں رکھتے۔

Sapiosexual

جنسی کشش کی یہ بھی ایک قسم ہے اور اس قسم میں صنفی یا جنسی کشش سے صرف نظر ذہانت کے بل بوتے پر کشش رکھنے والے افراد کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ عام طور اس طرح کے حالات تعلیمی اداروں، تجرباتی مقامات اور تجارتی سطحوں پر دیکھنے کو ملتے ہیں۔

Romanticرومان

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جنس کی طرف کشش تو رکھتے ہیں مگر تعامل نہیں کرتے۔ ایسی صورتحال لباس کی بے ترتیبی، جسمانی اعضا کا واضح یا نمایاں اور جنسی گفتگو سے جگہ پاتی ہے۔

محمد حفیظ خان

محمد حفیظ خان نے ۱۹۵۲ء میں سرائیکی ادب سے زرخیز خطہ بہاولپور میں آنکھ کھولی اور اولیا کی سرزمین ملتان سے تاریخ کی تعلیم حاصل کی۔ سول سروس کے امتحان میں اپنی قابلیت کا سکہ جمایا اور پھر ادبی دنیا میں اپنا لوہا منوایا۔ حفیظ خان نے تاریخ کے اوراق چھاننے کے ساتھ قانون کی بھی کچھ گتھیاں سلجھا رکھی تھیں اس لیے وہ نہ صرف انواسی کی صورت میں پرانے مخطوطوں کے چہروں سے خاک ہٹاتے ہیں بلکہ حیدر گوٹھ کا بخش اور کرک ناتھ جیسے ناولوں میں سماج کو بھی تحقیق کی باریک عینک سے دیکھ کر قانون کے ترازو میں تولتے نظر آتے ہیں۔ محمد حفیظ خان نے اردو ناول میں تاریخ اور سماج میں پنپنے والے جرائم کو سامنے لانے میں فطرتی بیانیے کا سہارا لیا ہے۔ موصوف کے زیر بحث ناول "کرک ناتھ" کے بیانیے کی بات کی جائے تو اس سماج میں پنپنے والے جنسی دھندے کو فطرتی انداز میں بیان کیا ہے۔ مذکورہ ناول میں بہت سی جگہوں پر تو جیتا جاگتا، سانس لیتا اسلام آباد سامنے آجاتا ہے اور جرائم پیشہ اپنی اصل صورت میں سامنے آن کھڑے ہوتے ہیں۔ محمد حفیظ خان نے اس بیانیے کے ذریعے وہ باتیں بھی کہہ ڈالیں جو عام بیانیے کے ذریعے کہنی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھیں۔ اس بیانیے کو عرفِ عام اور عصر حاضر میں جنسی بیانیے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ محمد

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

حفیظ خان نے ایسا بیانیہ اختیار کیا جس نے نہ صرف عوام کو متاثر کیا بلکہ اپنا مدعا بھی فطری انداز میں ادا کر دیا ہے۔ جنسی بیانیہ فطرتی، حقیقت کے قریب اور مقبول عام بیانیہ ہے۔

بیانیہ

اظہار کرنے کے لیے مناسب انداز اختیار کرنا ہر فرد کی خواہش اور ضرورت ہے۔ اپنے فکر و خیال کو مناسب ترتیب دے کر بہترین انداز میں پیش کرنا بیانیہ کہلاتا ہے۔ فکر و خیال میں ربط کی کمی نہ صرف مدعا کو متاثر کرتی ہے بلکہ مخاطب بھی اس بات کو سمجھنے سے عاری رہتا ہے۔ بیانیہ جس میں کسی قسم کی تبدیلی حال کا ذکر ہو۔ تبدیلی حال سے وقت کی تبدیلی مراد ہے یعنی بیانیہ ایک دن کا بھی ہو سکتا ہے، ایک ماہ کا اور کئی سال کا بھی ہو سکتا ہے یعنی بیانیہ کی مدت مختصر اور طویل ہو سکتی ہے۔ بیانیہ کڑی در کڑی کئی مسلسل واقعات کی داستان ہوتا ہے۔ خیال کو مناسب الفاظ، بہترین جملوں اور فقروں میں ترتیب دے کر دموزوں انداز میں سامنے لانا بیانیہ کہلاتا ہے۔ بیانیہ کی وضاحت کرتے ہیں مجید بیداد لکھتے ہیں:

"تحریر کو مناسب الفاظ، بہترین جملوں اور فقروں میں ترتیب دے کر موزوں انداز میں اظہار خیال کرنا ایسا وسیلہ ہے جسے "بیانیہ" کہا جا سکتا ہے۔"۲

پلاٹ کے ڈھانچے اور واقعات کی کڑیوں کو مربوط دھاگے میں پرونا بیانیے کا اصل مقصد ہے۔ بیانیہ کو دو حصوں یا سطحوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، جس میں فطری بیانیہ، غیر فطری بیانیہ شامل ہیں۔ فطری بیانیہ کی بات کریں تو اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے یا تین طریقے سے بات کو بیان کیا جاتا ہے جس میں مستحکم بیانیہ، متوازن بیانیہ اور تدریجی بیانیہ شامل ہے۔ رومانوی بیانیہ زندگی میں رونما ہونے والے واقعات کو دلچسپ انداز میں بیان کرنے کا ذریعہ ہے۔ رومانوی بیانیہ میں جہاں پرکشش انداز اختیار کیا جاتا وہیں جنسی حربے بھی اپنائے جاتے ہیں۔ رومانوی بیانیے کے حوالے سے نازیہ پروین اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں لکھتی ہیں:

"رومانوی بیانیہ ایک جانب جذبے کی شدت کو بیان کرتا ہے اور احساسات و تخیلات کو پورے عقلی و شعوری رویہ سے بے نیاز کر کے کسی جستجو اور لگن میں وارفتہ ہونے کی کیفیت کو پیش کرتا

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہے۔"۳

رومانوی بیانیے میں جذبات کی شدت کو بیان کیا جاتا ہے وہیں ایک قدم آگے بڑھ کر اگر یہی بیانیہ جنسی حدود میں داخل ہو جائے تو اسے جنسی بیانیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ محمد حفیظ خان نے اپنے ناول "کرک ناتھ" جنسی بیانیے کے ذریعے معاشرے میں پروان چڑھنے والی جنسی ہتھکنڈے بیان کیے ہیں۔

کرک ناتھ کا تعارف

حفیظ خان نے معاشرے میں پنپنے والی برائیوں کو جنسی بیانیے کے ذریعے بلیغ انداز میں بیان کیا ہے۔ اس ناول کی کہانی ماہین نامی لڑکی کے گرد گھومتی ہے، وہ ایک معصوم لڑکی تھی مگر زمانے کے درندہ صفت جانور نما انسانوں نے اسے بدترین روپ دھارنے پر مجبور کر دیا، یہ وہی کردار ہے جو بدفعلی کے نام سے بھی کانپ جاتا تھا اور درندہ صفت انسانوں کے ستم کے بعد اسی بدفعلی کو وہ جسمانی لذت کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ ناول کے گہرے مطالعہ سے قاری پر یہ راز کھلتے ہیں کہ اس معاشرے میں کردار نام بدل کر اور روپ بدل کر سامنے آتے رہتے ہیں مگر ان کے گھناؤنے افعال، تاریک باطن اور بداعمال یکساں رہتے ہیں۔ اس ناول کے دوسرے کرداروں میں سے دانش سعید، بڑے صاحب اور سردار محبوب بخش اور زفیرہ احمد ہیں۔ اس ناول کے مطالعہ سے تہہ در تہہ ایسے ایسے راز نکلتے ہیں جو حقیقی دنیا سے ہوتے ہوئے بھی صرف اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ماورائی لگتے ہیں۔ ان کرداروں کے افعال سے جو واقعات کھل کر سامنے آتے ہیں اصل میں وہ ان کے خون میں شامل تھے کیونکہ یہ وہی کردار ہیں جو کردار کی تباہ شدہ آغوش میں پل کر اور بدفعلیوں کے راستوں پر چل کر انڈرورلڈ کے ڈان، بزنس کے ٹائیکون اور وزارتوں کے وارث بن بیٹھے ہیں ۔ زفیرہ احمد ایک ایسا کردار ہے بزنس کی دنیا میں اپنا سکہ جما چکی ہے اور اپنے جسمانی سکون کو بلیک ڈاگ کے برانڈ کی شراب اور شونی کے ذریعے اپنے فارم ہاؤس کی چار دیواری کے اندر محفوظ رکھنا چاہتی ہے مگر بڑے صاحب کے ہتھکنڈوں کے سامنے شکست کھا جاتی ہے۔ زفیرہ احمد جہاں بڑے صاحب کے ہتھکنڈوں کی وجہ سے اپنی عزت اور کاروبار تباہ کر بیٹھتی ہے وہیں دانش سعید کی مدد سے کمپنی دوبارہ سے بحال کر لیتی ہے اور ماہین کو پناہ دے کر ذہنی سکون بھی حاصل کر لیتی ہے۔ ماضی کا کاشی جو مبشر رضا، نیر جمیل جیسے ناموں سے گزرتا ہوں سردار محبوب بخش جیسے نام تک آ پہنچتا ہے جسے ماہین کا حصول نہ صرف بڑے صاحب کو ایک بار پھر زفیرہ احمد کے خلاف بھڑکا دیتا ہے بلکہ دانش سعید کو بھی دھوکہ باز بنا دیتا ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

جنسی تناظر میں کرک ناتھ کا جائزہ لینے کے لیے راقم الحروف نے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔پہلے حصے کو معصومی سے محکومی تک ''کا نام دیا ہے، اس حصے میں ماہین کی زندگی کا جائزہ لیا گیا ہے اور دوسرے حصے کو" رقص سے تخت تک ''کا نام دیا ہے ،اس حصے میں بڑے صاحب، سردار محبوب بخش اور دانش سعید کا کچا چٹھا کھولا ہے۔ تیسرے حصے کو عرش سے فرش تک ''کا نام دیا ہے اور اس حصے میں زفیرہ احمد کی رام کہانی بیان کی ہے۔

معصومی سے محکومی تک:

عورت کا ایک ایسا پیکر ہے جو ایک جامے میں بھی محفوظ ہے اور سولباس میں بھی برہنہ ہے۔ عورت کو اگر عورت کو عورت بنے رہنے دینے اور بگاڑنے میں جہاں معاشرے کا بڑا ہاتھ ہے وہیں عورت کے من کی آواز بھی بعض اوقات حد سے اونچی ہو جائے تو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ماہین بھی ایک ایسی ہی لڑکی ہے جو ایک مدت تک تو اپنے باطن کی آواز کو دبائے رکھنے میں عافیت سمجھتی ہے مگر جب یہ آواز دبانے سے بھی نہیں دبتی تو وہ سمجھتی ہے کہ اس آواز کو من سے باہر نکالا جائے مگر چار دیواری سے باہر نہ نکالا جائے ،اسی کشمکش میں ماہین نے فیس بک میسنجر سے جمال نامی شخص کا انتخاب کیا جو عمر میں ماہین سے بڑا تھا مگر باتوں میں جوانوں کی سی لذت سے بہرہ ور تھا۔جمال نے اپنی باتوں کے فن سے ماہین کے اندر کے اژدھا کو ایسا جگایا کہ اب ماہین میسنجر کے ان باکس سے نکل کر ویڈیو فون کال تک آن پہنچی تھی۔

> "ماہین کو کچھ یاد نہ رہا کہ کب اور کتنے دنوں بعد جمال احسن نے اسے رات کے تیسرے پہر ایک ایسے ذائقے سے آشنا کر دیا تھا کہ جو موبائل فون کی دوسری جانب اُس کے بولے ہوئے آتش صفت لفظوں سے اس کے رگ وپے میں اترتا اور پھر چکی کے دو پاٹوں کے درمیان باریک سا پیستا ہوا دھیر دھیرے اُس نچ تک لے جاتا کہ جہاں اس کو پورا جسم دھوئے جا رہے کپڑے کو مروڑنے کے سے انداز میں اپنے اندر ہی نچڑ کر اس طرح کی لذت کشید کرتا جسے کسی نام کا دیا جانا نہ تو ممکن تھا اور نہ اس کے بس میں۔"[۴]

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

جمال احسن کی اس آواز نے ماہین کے اندر سے پھوٹنے والے اضطراب کے چشموں کو پر سکون ندیوں میں بدلنا شروع کر دیا تھا اور ماہین کے چڑچڑے پن اور غصے کو شائستگی میں بدل دیا تھا۔ ماہین سمعی لذتی سے گزر کر بصری لذتوں سے محظوظ ہونا چاہتی تھی تو جمال احسن نے اس سے انکار کر دیا اور پردے سے غائب ہو گیا۔ ماہین جس سفر پر نکل چکی تھی اس پر واپسی مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہوتی ہے۔ ماہین ایک نیا در ڈھونڈنے میں کامیاب ہوئی۔ ماہین جب نوید کے ساتھ ٹیلیفونک گفتگو کرنے لگی تو یہ مرحلہ ایک قدم آگے اور آڈیو کال سے ویڈیو کال تک جا پہنچا۔ نوید نے اپنے تعارف اور اس جھوٹے پیار کے پھندے میں بہت سی جھوٹی لڑیا پرو رکھی تھیں مگر ماہین جو جنسی تشنگی کا شکار تھی وہ جہاں عمر کے بڑے تفاوت کو بھلا بیٹھی وہیں نوید کے فریبوں کو بھی تشکیک کی نگاہ سے دیکھنے سے زیادہ کچھ نہ کر سکی۔ نوید نے ٹیلیفونک گفتگو کی لذتوں سے گزرتے ہوئے جب ماہین کو ملنے کے لیے کہا تو ماہین نے معاشرتی مجبوریوں اور اپنے باکرہ پن کا خیال رکھتے ہوئے اسے ملنے سے انکار کر دیا مگر نوید کی پہلی چال بازی تب سامنے آتی ہے جب وہ ماہین کی سکائپ سے کی گئی ریکارڈنگ اُسے بھیجتا ہے:

> "نوید نے ایک اور چال چلی۔ اُس نے سکائپ سے ریکارڈ کیا گیا ایک ویڈیو کلپ ماہین کو بھجوا دیا کہ جس میں وہ نیم برہنہ حالت میں خود لذتی کے عمل سے گزر رہی تھی۔ نوید کا کہنا تھا کہ یہ تو محض نمونہ ہے۔ اب بھی اگر اس نے ملاقات نہ کی تو وہ اس قسم کی ڈھیروں ریکارڈنگز یوٹیوب پر ڈال دے گا۔"۵

ماہین جہاں خود لذتی حاصل کر رہی تھی وہیں وہ اپنا باکرہ پن بھی بچانا چاہتی تھی اور نوید جہاں چال بازیوں سے ماہین سے جسمانی لذت حاصل کرنا چاہتا تھا وہیں وہ ماہین کو فروخت کر کے معاشی آسودگی بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس مردانہ سماج میں نہ صرف جھوٹ بول کر اپنے عیب چھپا کر مالی منفعت کا سوچا جاتا ہے بلکہ دوسروں کے عیب ٹٹول کر ان کو اپنے مہرے بنایا جاتا ہے۔ نوید بھی جانتا تھا کہ ماہین اس سے پہلے بھی فیس بک پر کئی آوارہ لڑکوں سے تعلق رکھ کر خود لذتی حاصل کر چکی ہو گی سو ملنے سے انکار کے باوجود پھر ملنے کے لیے تیار ہو جانا کسی سازش کا حصہ تو نہیں مگر نوید کے پاس دوسرا کوئی آپشن بھی نہیں تھا جس کے ذریعے وہ اپنی مالی مشکلات دور کر سکتا اور جسمانی آسودگی بھی حاصل کر پاتا۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

> "کس قسم کی مالی مشکلات سے وہ گزر رہا تھا اس میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ ماہین جیسی تین چار لڑکیوں کی سکائپ پر بنی خود لذتی کی برہنہ ویڈیوز کو وہ کچھ عرصے تک کی مناسب آمدنی کا ذریعہ بنا سکے۔ ماہین کی جس طرح کی وہ ویڈیوز ریکارڈ کر چکا تھا ان کی بنا پر اگر وہ اسے نقد رقم نہ بھی دے سکی تو وہ اسے جسم فروشی کے ذریعے اچھی بھلی رقم کما کر دے سکی گی۔"٦

ماہین ان دھمکیوں سے تنگ کر نوید سے ملنے کے لیے ہوٹل پہنچ جاتی ہے۔ نوید کے مال و اسباب کو دیکھ کر ماہین پہچان گئی کہ اس نے دبئی رہنے کا جو ڈھونگ رچایا تھا نہ صرف وہ جھوٹ ہے بلکہ وہ جس مردانہ بہادری کے دعوے کیا کرتا تھا وہ بھی خیالی تھے۔ نوید کی مردانہ بہادری کا راز اس وقت فاش ہوتا ہے جب طیفے کھوتے کو ماہین کے منہ پر تھپڑ مارنے پر بھی نوید بے حس بت بنا کھڑا رہتا ہے اور طیفے کھوتے کو پیسے دے کر ہوٹل کے کمرے سے باہر بھیجتا ہے۔ بری سوچ کا انجام بھی برا ہی ہوتا ہے نوید ماہین کو پاس پا کر دل کی دھڑکن کو کنٹرول ہی نہیں کر پاتا اور جسمانی بہادری تو کجا جنسی طاقت کی گولیاں کھانے کے باوجود بھی جسمانی لذت سے محروم رہتا ہے۔ دوسری بار گولی کھانے سے نوید دل کا دورہ پڑنے سے زندگی کی بازی ہار جاتا ہے اور ماہین جہاں با کرہ بچ جانے پر خوش تھی وہیں نوید کی موت کی وجہ سے پریشان بھی تھی، اسی کشمکش میں طیفہ کھوتا کمرے میں داخل ہو جاتا ہے اور ماہین اس کی لاکھ منتیں کرتی ہے کہ اسے آج تک کسی مرد نے نہیں چھوا سو وہ اسے برباد نہ کرے مگر طیفہ کھوتا اسے اپنا نصیب سمجھ کر اور موقعہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ماہین کو اپنی جنسی درندگی کا شکار بناتا ہے:

> "لگ بھگ دو گھنٹے کے بعد طیفے نے ماہین کو ہوٹل کے گودام سے متصل عقبی دروازے سے باہر نکالا تو اس کے لیے اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہونا دوبھر ہو رہا تھا۔ اس نے ماہین کے جسم کو برتا ہی نہیں بلکہ کچل کے رکھ دیا تھا۔"٧

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ماہین کے باطن کی آواز نہ صرف چار دیواری سے نکل چکی تھی بلکہ ماہین اب اپنا باکرہ پن بھی کھو چکی تھی اور گھر والوں کی عزت بھی پامال کر چکی تھی۔ سماج کی دورخی اور منافقت کی کوئی حد نہیں ہے جہاں یہ منافق سماج وقتی فایدہ اٹھانا اپنا حق سمجھتا وہاں دوسرے کی مجبوری سے جڑا رہنا اور دوسروں کو بھی اس میں شامل کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ طیفے کھوتے نے نہ صرف ماہین کے جسم کو تار تار کر کے رکھ دیا بلکہ نوید کے قتل کا بوجھ بھی اس پر ڈالنے کے لیے پولیس کو خبر کر دی۔ طیفے کھوتے سے حاصل ہونے والے ماہین کے موبائل اور پرس کی معلومات کے مطابق رات گئے پولیس کی گاڑی ماہین کے گھر میں داخل ہوتی ہے اور ماہین کو گرفتار کر لیتی ہے۔ ماہین کے شریف والدین نے معاملے کی تفتیش کیے بغیر ہی اس گرفتاری کو اپنی عزت کا جنازہ سمجھ کر زندہ ماہین کو مردہ سمجھ کر بھول گئے۔ پولیس والوں نے اپنی پہچان کے مطابق ماہین پر رعب جمایا اور مار دھاڑ کی مگر ماہین ایسی پتھر بن چکی تھی کہ کچھ بھی بولنا بے مقصد سمجھ رہی تھی۔ ایس ایچ او اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ اس کے پیچھے کوئی آئے اور اس بے وزن کیس میں مال کے بڑے بڑے باٹ ہمارے ترازو میں ڈال کر اس کو رہا کروالے۔

یہ پولیس جسے عوام کے جان و مال کی محافظ سمجھا جاتا ہے یہ ایسے محافظ ہیں جو وقت آنے پر پہلے اپنا حق بٹورتے ہیں اور رہی کسر پوری کرنے کے لیے عمر بھر کے لیے اپنی وراثت بنا کر اپنی گرفت میں رکھنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ماہین بھی ایک ایسے ہی جتھے کے ہاتھ چڑھتی ہے جو اس پر پر قانونی کاروائی کرنے کی بجائے اپنے فارم ہاؤس منتقل کر کے اپنی جسمانی ہوس پوری کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

ایس ایچ او نے حسب عادت ماہین کے ساتھ مار پیٹ کی مگر اس مار پیٹ سے دبکنے کی بجائے سمجھ گئی کہ آخر اس نے کیا کرنا ہے:

> "کیوں مار رہے ہو مجھے؟ کیا کسی بات سے انکار کیا ہے میں نے جو مجھے مار رہے ہو یا صرف عادت ہو گئی ہے مارنے کی؟ مجھے پتا ہے کہ تم نے میرے ساتھ کیا کرنا ہے۔۔۔ تو جو تم نے کرنا ہے وہی کرو۔۔۔ یوں مارو تو نہیں۔" یہ کہہ کر ماہین نے سرعت سے اپنا لباس اپنے بدن سے علیحدہ کیا جیسے کوئی ناروا بوجھ ہو۔"۸

ایس ایچ او خوف زدہ سا ہو گیا اور ماہین کو لگا کہ یہ بھی نوید کی طرح صرف لفظی اور ہاتھوں کی بہادری دکھا سکتا اور اصل مردانہ بہادری سے محروم ہے۔ ماہین کو آسیب زدہ دیکھ کر ایس ایچ او سمجھ گیا یہ میرے بس سے باہر کی بات ہے تو اس نے الیاس

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کانسٹیبل کو آواز دی کہ اس کو لے جاؤ اور اس کے شوق پورے کرو۔ کانسٹیبل الیاس باقی پولیس والوں کی طرح نشے سے ٹن تھا اور اس کو دوسرے کمرے میں لے کر پہنچا تو وہاں پر رمضان، کالا اور شادا بھی آن پہنچے۔ اُن تینوں نے الیاس کو مخبری کی دھمکی دے کر شکار کے حصے دار بن بیٹھے۔ ان لوگوں نے مل کر ماہین کی وہ حالت بنائی کہ اس کا چہرہ دیکھنے کے بھی قابل نہ رہا۔ ایسی حالت دیکھ کر ایس ایچ اور ستم بھی گھبرا گیا اب اس کو کورٹ میں کیسے پیش کیا جائے گا۔ ایک بار پھر ایس ایچ او نے وہی ناجائز راستہ اختیار کیا:

"الیاسے! تیرے ہوش تو میں ابھی ٹھیک کرتا ہوں۔۔۔ پہلے مجھے اپنی نوکری بچا لینے دے۔ جلدی کر، جلدی سے بلا منشی کو۔۔۔ اور دستگیر تو چل مدعا غائب کر۔۔۔ لے جا اس لڑکی کو پھر سے میرے فارم ہاؤس پر کسی پرائیویٹ سواری میں اور میرے آنے تک وہیں رہنا۔"٩

جیسے ماہین کی لذت کی حد بڑھتی گئی ایسے ہی اب اس کی سزا بڑھتی جا رہی تھی، پولیس والے محافظ ثابت ہوتے تو ماہین کو انصاف دلاتے اور طیفے کو کیفرِ کردار تک پہنچاتے مگر پتا نہیں وہ تو ماہین اور کلثوم جیسے کتنے چہرے ہڑپ کر چکے تھے اور ان کو عادی جسم فروش بنا چکے تھے۔ ایس ایچ او کے فارم ہاؤس پر جب چھاپہ پڑنے والا تھا تو ایس ایچ او خود تو غائب اور دستگیر کو ماہین کے نگہبان کے طور پر مقرر کر گیا۔ کالا رکشہ لے کر وہاں پر آن پہنچا اور دستگیر کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے ماہین کو رکشے پر بٹھاتے ہوئے شہر سے دور نو آباد کالونی میں کلثوم کے پاس لے پہنچا۔ ماہین اپنے ساتھ ہونے والی جنسی درندگی کو جنسی لذت میں بدل چکی تھی۔ طیفے کھوتے، الیاسے، رمضان، شادا اور پھر کالے نے اس کی جنسی خواہش کو ایسے جگایا کہ اب ماہین کی جنسی خواہش کو پورا کرنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں تھی۔ کالے کی سرپرستی میں کلثوم کا یہ ڈیرہ فحاشی کے اڈے کا روپ دھارنے لگا تھا مگر جونہی کالا گرفتار ہوا تو کلثوم کو اپنے حال اور مستقبل کی فکر ہونے لگی۔ کلثوم نے سوچا کیوں نا ماہین کے خوبصورت چہرے کو اپنے گاہکوں میں متعارف کروا کر اپنے روزگار کو آزادانہ طور چلایا جائے۔ اپنا کاروبار چلانے کے لیے کلثوم نے کالے کی جگہ ایک نئے پولیس حوالدار مقبول حسین بھٹی کو سہارا دینے کے لیے راضی کیا تھا۔ مقبول حسین کو راضی کرنے کے لیے کلثوم نے ماہین سمیت اپنے ڈیرے کی تمام لڑکیوں کو بننے سنورنے کا کہا تاکہ وہ راضی ہو جائے اور ان کو دھندہ کرنے کے لیے اپنا سایہ فراہم کرے۔ سارے حالات و واقعات ماہین پر آشکار

ہو چکے تھے اور وہ بھی جان چکی تھی کہ اگر عورت کے ساتھ جنسی درندگی اس کی مرضی کے خلاف کی جائے تو اس کے اندر کا وہ انسان جاگ جاتا ہے جو مرد کی بہادری کو کھلے ماحول یا مار دھاڑ میں نہیں بلکہ بستر پر آزماتا ہے:

"کس نے کہہ دیا کہ عورت کے چہرے پر تھپڑ مارنا مردانگی ہوتی ہے۔۔۔ مردانگی بستر پر ثابت کرنا ہوتی ہے۔۔۔ مرد ہو تو اس کو چھوڑو اور میرے ساتھ چلو۔۔۔ یہ دس بیس پچاس کی گنتی نہ بھلادوں تو میرے منہ پر تھوک دینا۔"۱۰

یہ وہی ماہین تھی نوید سے ملنے کے لیے گھر سے نکلی تھی تو جسمانی لمس سے بھی گھبراتی تھی مگر طیفے کھوتے اور کالے جیسے ظالموں نے اس کے اندر کے سفاک انسان کو جگا دیا تھا جو اب دوسروں کی جنسی طاقت کو آزمانا آسان اور اپنی جنسی لذت پوری کرنا مشکل سمجھ رہا تھا۔ ماہین نے ذیشان کو اپنا گرویدہ بنا کر اس سے بس یہی مانگا کہ وہ اسے یہاں سے نکال دے اور ذیشان یہ کام کرنے کے لیے راضی ہو جاتا ہے۔ ذیشان ماہین کو وہاں سے نکال کر اس کی مرضی کے مقام پر پہنچا گیا۔ مگر اپنے گھر پہنچ کر اسے یہ احساس ہوا کہ یہ سماج کسی کے دکھ کو نہیں بلکہ صرف اپنی نام نہاد عزت کو دیکھتا ہے، یہی اس کے ساتھ ہوا جب ماہین کی ماں نے اسے باپ اور بھائی کے ڈر سے گھر رکھنے سے انکار کر دیا۔ ماہین نے ہاسٹل میں رہنا شروع کر دیا مگر جنسی تڑپ اور مالی ضرورتوں نے اسے وہی راستہ اختیار کرنے پر مجبور کیا جس سے اکتا کر وہ بھاگی تھی۔ مالی ضرورتیں تو موبائل کے استعمال سے پوری ہو رہی تھیں مگر جسمانی طلب پوری نہ ہونے پر اس نے ہاسٹل میں بنایا گئے دوست نیر جمیل سے بھی فرار حاصل کرنا چاہا۔ جب جسمانی ضرورت حد سے زیادہ ستانے لگی تو نیر جمیل کے ملازم انصر کو زبردستی اپنا شکار بنا کر اس سے شہد کشید کیا۔

ماہین کی زندگی میں وہی ہوتا آرہا تھا جس کی وہ توقع کرتی تھی یا توقع رکھتی آرہی تھی لیکن ذیشان کے معاملے میں اس کی آنکھیں ایسا دھوکہ کھا گئیں جس پر وہ خود بھی حیران ہو گئی۔ نیر جمیل کی سجائی گئی پارٹی میں سے ذیشان ماہین کو اغوا کر کے لے گیا اور یہ وعدہ کیا کہ اب وہ اس گھر میں اس کی ہو کر رہے گی مگر جب واپس لوٹا تو اپنے ساتھ دو ساتھی اور بھی لایا تھا، اس اجتماعی ستم نے ماہین کے جسم کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا:

"لطف و سرور کی وہ سبھی منزلیں کہیں بہت نیچے رہ گئی تھیں کہ جن کے تصور سے تسکین

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اڈی چلی آتی تھی۔ ایسے میں بس اتنا یاد رہا کہ قریہءجان کی آبیاری سے منسوب تلاطم میں کچھ دیر کے بعد وہ دو ہی شناور نہیں تھے بلکہ ذیشان کی رضا سے دو لوگ اور بھی شامل ہو چکے تھے۔ لیکن بعد میں جب اسے ہوش آیا تو وہ ہسپتال میں تھی۔"۱۱

ماہین کی یہی وہ اعتبار کی غلطی تھی جسے اس نے پہلی بار نوید پر کر کے کیا تھا مگر اس بار اسے ذیشان سے ایسی توقع نہیں تھی مگر ذیشان نے اس کے ساتھ وہی کیا جو سب اس کے ساتھ ہر بار کرتے آرہے تھے۔

رقص سے تخت تک:

کاشف عرف کاشی کا مبشر رضا نام سے گزرتے ہوئے سردار محبوب بخش تک کے سفر کے پیچھے کتنے جھوٹ، فریب اور روپ تھے۔ شبیر عرف شاکا کا اپنی ماں کے ساتھ روشن ماما کے تعلق کو دیکھ کر راز فاش کرنے کے جرم میں گھر سے بھاگ کر طرح طرح کے مراحل سے گزر کر دانش سعید کے نام تک پہنچنا کسی عجوبے سے کم نہیں تھا اور بڑا صاحب بھی سماج کا ایک ایسا ہی کردار ہے جو ہر طرح کے دھوکے اور جسم فروشی کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ یہ تینوں ایسے کردار ہیں جو خود ایسے ہی ماحول کی پیداوار تھے جہاں جنسی استحصال گھر کی کھیتی سمجھی جاتی تھی۔ شبیر بھی ایک ایسا ہی کردار ہے جو جنسی استحصال کے ان تمام مراحل سے گزر کر ہی دانش سعید کے نام اور بزنس ٹائیکون کے مقام تک پہنچا تھا۔ یہ وہ خون ہے جس کی ماں اپنے شوہر کو بیرون ملک بھیج کر اپنے ماموں زاد کے ساتھ رات بھر رنگ رلیاں مناتی تھی اور پھر جب شبیر نے رات کی تاریکی میں اٹھ اٹھ کر اپنی امی اور روشن ماما کو دیکھنا شروع کیا تو ان حرکات کا شبیر پر اتنا برا اثر پڑا کہ اُس نے سکول ماسٹر سے وہ سبق پڑھا کہ جس نے اسے عمر بھر کے لیے ذات دشمن اور سماج دشمن بنا کر رکھ دیا:

"مغرب سے کچھ دیر پہلے ماسٹر نے اسے گھر جانے کی اجازت دی تو اس سے اپنے قدموں پر چلا نہیں جا رہا تھا۔ ماسٹر صاحب کی کسی کو نہ بتانے کی دھمکی اپنی جگہ مگر آج ایک بہت بڑے جہان کا چھوٹا سا حصہ بن کر شبیر بہت خوش تھا۔ اس پر وہ سارے راز کھل چکے تھے جو آج سے پہلے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

گرہوں کے اندر گرہیں ڈال کر اس کے ذہن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آج کے بعد اسے کسی مرد کے جسم کا تقابل ماما روشن کے جسم سے کرانے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس کے ننھے سے ذہن پر آشکار ہو چکا تھا کہ سرِ شام کہیں دور چارپائی پر سونے والا ماما روشن پوری شب اس کی ماں کے ساتھ کیوں سوتا ہے۔"۱۲

جب ایک بچے کو سکول جانے کی عمر میں جنسی استحصال کا نظارہ کرایا جائے وہ بچہ جہاں گھر میں ماں کی عزت بھول جاتا ہے، اپنے جسم کی قدر و قیمت بھول جاتا وہیں دوسروں کی عزت اس کے لیے کیا معنی رکھتی ہے اور وہ بچہ بڑا ہو کر پورے سماج کی عزت کو کھلونا بنا کر کھیلنا اپنا شوق ہی نہیں اپنا کاروبار سمجھ بیٹھتا ہے۔

نو دس برس کا شبیر ماں کے رویے کی وجہ سے گھر سے فرار ہو کر لاہور پہنچا تو وہاں پہنچتے ہی شبیر سے شاکا بن گیا اور شوق سے اختیار کیا گیا جسمانی دھندہ اب مزدوری کا روپ دھار چکا تھا۔ شبیر کو اپنے ہم عمر کاشف عرف کاشی سے بھی اسی ہوٹل میں واسطہ پڑا جہاں دونوں رات بھر ہوٹل مالک کے حکم سے مسافروں کی خدمت کرتے اور کچھ پیسے حاصل کرتے، جہاں پر رہتے ہوئے شاکا اور کاشی مکمل طور پر جسم فروش بن چکے تھے۔ جب ہوٹل مالک سے تعلق خراب ہوا تو کاشی اور شاکا وہاں سے بھاگ نکلے اور اپنے طور پر اپنا بزنس چلانے کا سوچ لیا، شاکا اور کاشی چند ماہ کی جسم فروشی سے اتنے تیز ہو چکے تھے کہ اب انھوں نے جسمانی مفعولیت کے ساتھ ساتھ اپنے گاہکوں کی جیبیں ٹٹولنا بھی شروع کر دی تھیں۔ شاکا اور کاشی نے کاروبار کی ایک نئی طرح ڈالی تھی کہ اپنے گاہکوں سے مال لینے بعد ان کی جان بھی لینے لگے تھے۔ ایک حوالدار کے قتل سے شروع ہونے والا سلسلہ تینتالیس تک جا پہنچا:

"شبیر عرف شاکا اور کاشف عرف کاشی کو اب سیریئل کلنگ کے ملزمان کے طور پر تینتالیس مقتولین کے قتل کے مقدمات کا سامنا تھا۔ سولہ سترہ برس کے دو لڑکے جب ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں کھڑکاتے ہوئے جیل کی گاڑی سے اتر کر عدالتوں کے برامدوں میں گزرتے تو میڈیا کی ایک بڑی تعداد انھیں دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتی۔۔۔ بظاہر

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ان کے معصوم چہرے دیکھ کر کوئی بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ انھوں نے نہایت بے دردی سے ایک ہی انداز میں تینتالیس لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہو گا۔"۱۳

یہ مجرم جب جیل پہنچے تو وہاں جیل افسروں اور قیدیوں نے شبیر عرف شاکا اور کاشف عرف کاشی کو سواگت کے طور پر جسمانی اور جنسی اذیت سے گزار کر خود کو راحت پہنچائی، یہی وہ خوراک تھی جس نے انھیں مزید بہادر بنا دیا۔ جیل میں موجود چودھری رحمت خان نے ان کو اپنی سرپرستی میں لے کر ان کی تعلیم کا بندوبست کیا۔

سردار محبوب بخش ایک لاابالی قسم کا انسان تھا جو من کی مرضی پوری کرنے کے لیے نام سے لے کر کام تک بدلنے میں دیر نہیں لگاتا تھا اور عورت کا جنسی مذاق تو اس کے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ سردار محبوب بخش کا شمار ایک نواب فیملی میں ہوتا تھا مگر اس نے بھی عورت کو اپنا ہتھیار اور اپنی کمزوری بنا رکھا تھا۔ سردار محبوب بخش کو اپنی خاندانی دولت میں کسی قسم کی کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی بس ان کا شوق لڑکیوں سے کھلواڑ کرنا اور دوسروں کو اپنی پراسرار حرکتوں سے زچ کرنے میں لطف محسوس کرنا تھا۔ ان کے بھیس بدلنے کے حوالے سے اس اقتباس سے وضاحت یوں سامنے آتی ہے:

"سردار محبوب بخش ایک ایسا لاابالی سا نوجوان تھا کہ جسے نام بدلنے، کام بدلنے، لڑکیاں بدلنے اور بھیس بدلنے جیسے کاموں کے علاوہ اور کسی کام کے لیے فرصت نہیں تھی۔ اگرچہ امیر قادر بخش کا اکلوتا بیٹا ہونا اس کے لیے لاٹری نکلنے جیسی خوش قسمتی تھی مگر اسے اس خوش بختی میں اگر کوئی دلچسپی تھی تو بس اتنی تھی کہ وہ روٹی روزی کے مسائل سے ماورا ہو کر اپنے شوق پورے کر سکتا تھا۔"۱۴

بڑا صاحب ایسا کردار ہے جس کی عمارت کا ڈھانچہ بنیادوں سے لے کر چھت تک عورت کے دھندے پر مشتمل تھا۔ امیر قادر بخش کی زندگی میں اور ان کے معاملات میں بڑے صاحب کو پالتو کا سا مرتبہ حاصل تھا مگر اس نے بھی اپنے فن کا ایسا جوہر دکھایا کہ عورت کے دھندے سے ہی امیر قادر بخش کو حکومتی ڈھانچے میں ریڑھ کی ہڈی سا مقام عطا کر دیا بلکہ خود کو بھی اسی دھندے سے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اس مقام پر فائز کر لیا کہ جہاں پر جھانکتے ہوئے وزیروں کی گردنیں ٹیڑھی ہو جاتی تھیں۔ انڈر ورلڈ کا ڈان بن بیٹھے بڑے صاحب کا تعارف چاہے وزیر کا ہو یا پر اثر شخصیت کا مگر کام ایک ہی تھا عورت کا دھندا:

"بڑے صاحب کی زندگی ایک پالتو کتے کی طرح امیر قادر بخش کے قدموں میں گزری تھی۔ انڈر ورلڈ میں عورتوں کا دھندا اس نے جس قدر کامیابی سے چلایا تھا اس کے سبب امیر قادر بخش کو نہ صرف قحبہ گری بلکہ سیاسی جوڑ توڑ، ملکی سطح پر تجارتی مفادات کی بندر بانٹ اور منی لانڈرنگ کے معاملات میں بھی ایسی ایسی کامیابیاں دلوائیں کہ اس کے حریف تکتے ہی رہ گئے۔"۱۵

بڑے صاحب ہوں یا سردار محبوب بخش یا پھر دانش سعید یہ تینوں اپنے لالچ اور منفعت کے لیے دشمنی بھول جانا اور ضمیر فروشی کرنا معمولی کام سمجھتے تھے۔ بڑے صاحب جونہی عبوری حکومت میں وزیر قانون کے قلمدان سے نوازے گئے تو سردار محبوب ماہین کے لیے ان سے سر جوڑ بیٹھے اور ادھر سردار محبوب بخش کی فرمائش کے لیے بڑے صاحب دانش سعید سے ہاتھ ملانے کے لیے تیار ہو گئے اور دانش سعید تو کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھا جب اس کی سپورٹس کاروں کی درآمدات کا پروانہ جاری ہو جائے۔:

"دانش صاحب آپ ایسا کریں کہ گاڑیوں کی تینوں کھیپ اکٹھی منگوالیں۔۔۔ ہاتھ اِدھر کریں، اب ملا بھی لیں ہاتھ ہم سے، آپ بھی کیا یاد کریں گے ہماری دوستی کو۔۔۔ ایسا ریلیف تو آپ منسٹر بن کر بھی خود کو نہیں دے سکتے تھے۔ بڑے صاحب نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھا کر دانش سعید کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبا دیا۔ کہاں بھجوانا ہے اُس لڑکی کو؟۔۔۔ دانش سعید کا چہرہ کھلنے کو بے قرار مگر بظاہر مضطرب دکھائی دینے کی جستجو میں تھا۔"۱۶

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

بڑے صاحب کا عورت کا دھندا اکمال کر گیا، سردار محبوب بخش پر امیر قادر بخش کی کرم فرمائی کام آگئی اور شبیر عرف شاکا کو جیل کی زندگی میں رحمت خان نے اپنی والدیت عطا کر کے دانش سعید بنا دیا۔ تینوں ہستیوں کے کاروباری دکھاوے میں جزوی تضاد ہو سکتا ہے مگر اشتراک عورت سے تعلق کی سطح پر کلی حیثیت اختیار کیے ہوئے ہے اور جس کی تان عورت فروشی پر آکر ٹوٹتی ہے۔

عرش سے فرش تک:

زفیرہ احمد امیر کبیر باپ کی اکلوتی بیٹی جو اپنے باپ کی وفات کے بعد مہ نور ایڈورٹائزنگ کمپنی کی مالک بن چکی تھی۔ وہ ایک غیر شادی شدہ خاتون تھی۔ زفیرہ تعلیمی مصروفیات اور پھر کاروباری ذمہ داریوں کی وجہ سے شادی کرنا بھول گئی اور اب جب وہ سنجیدہ عمر میں داخل ہو چکی تھی تو شادی کو فارغ البال اور غریب لوگوں کا شغل سمجھ کر اس موضوع پر بات کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتی تھی۔ زفیرہ احمد کا معاشی اور سماجی سٹیٹس ایسا تھا کہ کوئی شخص اس سے جنسی تعلقات قائم کرنا تو کجا اس سے ایسی بات کرنے کی بھی ہمت نہیں کرتا تھا۔ زفیرہ احمد جانتی کہ کاروباری دنیا میں اس کا ایک نام بن چکا ہے تو ایسے شوق پال کر وہ بدنام ہونے سے بچنا چاہتی تھی اور دوسری بات اپنے مال و دولت اور حسن کی وجہ سے کسی کو اپنے برابر بھی نہیں سمجھتی تھی۔ زفیرہ احمد چار دیواری سے باہر تو صرف کاروباری حضرات سے تعلق رکھتی تھی مگر گھر میں جسمانی سکون کے لیے شونی (کتا) موجود تھا وہ نہ صرف زفیرہ کو سکون بہم پہنچاتا تھا بلکہ زفیرہ کے راز بھی زفیر کے بیڈ پر چھوڑ دیتا، زفیرہ احمد جب بھی پریشان ہوتی یا خود کو تنہا محسوس کرتی تو شونی کی صحبت اختیار کرتی:

> "میری جان! مارگلہ کی پہاڑیوں کے فارم ہاؤس میں اگر شونی جیسے وحشی لبراڈار کی صحبت میں رات گزرے تو کس حسینہ کی آنکھ شام ڈھلے سے پہلے کھل سکتی ہے۔" بڑے صاحب کے لہجے میں کہیں ہلکی ہلکی خبریت اور میٹھا میٹھا طنز بھی تھا۔"۱۷

زفیرہ احمد اپنی جنسی خواہش کو اپنے بیڈ روم تک ہی رکھنا چاہتی تھی مگر ڈیزائنر کی ضرورت نے جب زفیرہ احمد کو بڑے صاحب جیسے بدنام زمانہ دلال سے رابطہ کرنے پر مجبور کیا تو اس نے زفیرہ احمد کے سامنے وہ وہ شرائط رکھ دیں جنھوں نے زفیرہ احمد کو نہ صرف جسم خرید کر پیش کرنے پر آمادہ کیا بلکہ خود کو پیش کرنے کرنے پر بھی تیار کر دیا۔ بڑے صاحب نے زفیرہ احمد کو ایک

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈیزائنر کی قیمت ایک ایکٹریس تین دن کے لیے وزیر کے بستر پر اور خود زفیرہ احمد بڑے صاحب کے بستر پر۔ زفیرہ احمد نے اپنا کاروبار بچانے کے لیے خود کو بڑے صاحب کے سامنے پیش کرنے میں مصلحت سمجھی:

"بڑے صاحب! آپ آدمی توڑیے، کسی بھی قیمت پر۔۔۔ میں اُسے کمپنی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں بھی شامل کر سکتی ہوں۔" زفیرہ لجاجت میں بھی سنجیدگی پر قائم کی تھی۔ اور مجھے کیا ملے گا؟ آپ کے لیے میں جو ہوں۔ زفیرہ نے اپنے لفظ لفظ میں التفات پرو لیا تھا۔ زفیرہ۔۔۔ بے بی بہت چالاک ہو تم۔۔۔ اپنی طاقت اور مقابل کی کمزوریوں سے کھیلنا جانتی ہو اور میں تمھارے اسی ہنر کا عاشق ہوں۔۔۔ کوئی اچھی سی شام اسی ہفتے میرے لیے سنبھال رکھنا۔"۱۸

زفیرہ احمد اپنا کاروبار بچانے کے لیے بڑے صاحب کی شرائط کے آگے بے بس ہو جاتی ہے۔ جنسی صورت حال کو دیکھتے ہوئے تین صورتیں سامنے آتی ہیں ان میں سے ایک زفیرہ کی صورت میں منظر عام پر ابھرتی ہے۔ زفیرہ احمد کسی کی گرفت میں نہیں تھی اگر وہ نہ چاہتی تو خود کو بڑے صاحب کے سامنے پیش کرنے سے باز بھی رکھ سکتی تھی مگر اس کے آزاد ہوتے ہوئے بھی اس کی مجبوری نے اسے مقید کر دیا تھا اور آخر اس کی قید اسے بڑے صاحب کے بستر پر پہنچا دیتی ہے:

"بڑے صاحب آپ کے لیے کتے کا جھوٹا کیوں؟ میں دس لڑکیاں بھجوا دیتی ہوں، ایک سے بڑھ کر ایک۔ زفیرہ نے تمام دکھائی دینے والی ادائیں اپنی آواز میں سمو دیں۔ بات سنو زفیرہ! میرے پاس اس وقت بھی بیس لڑکیاں بیٹھی ہیں۔۔۔ ایک سے بڑھ کر ایک۔۔۔ میرے ایک اشارے کی منتظر۔۔۔ مگر مجھے تو چاہیے اس بستر پر، ٹھنڈے دماغ اور گرم بدن کے ساتھ رات دس بجے تک ورنہ لپیٹ لیں اپنی اس مہ نور ایڈورٹائزر کو اور پیدا کرنے بیٹھ جائیں اپنے لیبر اڈار

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کے کتورے۔"۱۹

بڑے صاحب نے زفیرہ احمد کو اپنے پاس بلا کر ایسا نشہ پلایا کہ جس سے وہ جاگتے ہوئے بھی ہوش میں نہ رہی اور اس کے جسم کا وہ مذاق بنایا گیا جس کے بارے میں اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ بڑے صاحب نے کمپنی کا شیئر ہولڈر بننے کے لیے زفیرہ احمد کو برہنہ کر کے اپنے پالتو گدھے نما مردوں کے حوالے کر کے ویڈیوز ریکارڈ کر لیں اور زفیرہ احمد کو نیم بے ہوشی کے عالم میں اس کے فارم ہاؤس پر پہنچا دیا۔ اگلی شام بڑے صاحب نے زفیرہ احمد کو کال کر کے اپنی شیطانی حرکت کی قیمت بتا دی:

"قیمت تو اب لگے گی تمھاری او قات کی زفیرہ احمد۔۔۔ تمھارے بدن پر کپڑے بھی رہنے دیے تو میرا نام بدل دینا۔۔۔ کپڑے تو میں خود اتار چکی۔۔۔ اب مزید تم کیا اتارو گے ؟ ابھی وہ والے کپڑے نہیں اترے، جب وہ والے کپڑے اتریں گے تو تم یہ والے کپڑے پہن کر بھی خود کو ننگی لگو گی۔۔۔ تم چاہتے کیا ہو ؟۔۔۔ کچھ زیادہ نہیں!! مہ نور ایڈورٹائزنگ کے صرف اکاون فیصد شیئر۔"۲۰

عورت کا دھندا کرنے والے وہ بھڑوے مرد ہیں جو خود کو مرد کہتے ہوئے بھی مرد ثابت کرنے سے قاصر ہیں، جس کو اپنے لیے بلایا اس کو اپنے پالتو گدھوں کے حوالے کر کے خود کیمرہ مین بن کر ویڈیو ریکارڈ کرتے رہے تا کہ اس سے مالی منفعت حاصل کی جائے۔ اس ناول کا جنسی تجزیا کرنے کے بعد مجموعی طور پر تین قسم کی جنسی وبائیں سامنے آتی ہیں۔

ا۔ جنسی بیماری میں پہلی وہ صورت سامنے آتی ہے جس میں عورت کو زبردستی اپنی گرفت لاتے ہوئے ظالم سماج اسے ایسے جنسی تشدد کا نشانہ بناتے ہیں کہ اس کا صرف باکرہ پن ہی نہیں ختم ہو جاتا بلکہ جنسی تلذذ کی انتہا بھی ختم ہو جاتی ہے جسے سیر کرنا ہر مرد کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ مجوزہ ناول میں طیفے کھوتے نے ماہین کو زبردستی اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر ابتدا کی اور بعد میں الیاس، کالا، رمضان اور ذیشان اس فاتح کو مفتوح بنانے میں پیش پیش رہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

۲۔ جنسیت میں دوسری صورت اس طرح نمایاں ہوتی ہے جب عورت کے اندرونی تار چھڑ جائیں پھر نا صرف اس قلعے کو فتح کرنے والے تھک جاتے ہیں بلکہ عورت خود بھی اس نشے کے لیے حد سے گزر جاتی ہے۔جب نیر جمیل نے ایک مدت تک ماہین کو خود سے دور رکھا تو وہ اس کے ملازم انصر کو زبردستی اپنا شکار بنا کر اپنا نشہ پورا کرتی ہے۔

۳۔ جنسیت کی تیسری شکل جسم کو بطور کاروبار استعمال کرنے والوں کی آتی ہے۔ایک طرف بھڑوے نام نہاد مرد ہیں جو عورت کی برہنہ ویڈیوز سے پیسہ بٹورتے ہیں جس میں بڑے صاحب سرفہرست نظر آتے ہیں جو وزیروں کو عورتیں پیش کر کے ان سے کام نکلواتے ہیں اور زفیرہ احمد کی ویڈیوز ریکارڈ کر کے اس سے کمپنی سکھرٹیے ہولڈر بننے کے خواہش مند نظر آتے ہیں۔اور دوسری طرف درخانئی ہے جو خود اپنا جسم بیچنے کا دھندا کرتی نظر آتی ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ویکی پیڈیا، وقت رات دس بجے، تاریخ۲۰۲۳، ۱۰، ۲۰

۲۔ مجید بیداد، ڈاکٹر، نثری بیانیہ، (اشاعت دوم) تخلیق کار پبلشرز، دہلی، ۲۰۲۰ء ص ۱۷

۳۔ نازیہ پروین، اکیسویں صدی میں اردو ناول میں بیانیے کا تنوع، گورنمنٹ کالج، وومن یونیورسٹی، فیصل آباد، ۲۰۲۱ء ص ۲۸

۴۔ محمد حفیظ خان، کرک ناتھ، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۰ء ص ۶۴

۵۔ ایضاً ص ۶۸

۶۔ ایضاً ص ۹۴

۷۔ محمد حفیظ خان، کرک ناتھ، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۰ء ص ۱۰۲

۸۔ ایضاً ص ۱۴۸

۹۔ ایضاً ص ۱۵۲

۱۰۔ ایضاً ص ۲۳۹

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

۱۱۔ محمد حفیظ خان، کرک ناتھ، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۰ء ص ۳۱۹

۱۲۔ محمد حفیظ خان، کرک ناتھ، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۰ء ص ۲۶

۱۳۔ ایضاً ص ۱۵۷۔۵۸

۱۴۔ ایضاً ص ۳۲۶

۱۵۔ ایضاص ۳۲۶

۱۶۔ محمد حفیظ خان، کرک ناتھ، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۰ء ص ۳۸۴

۱۷۔ ایضاً ص ۵۶

۱۸۔ ایضاً ص ۳۷

۱۹۔ محمد حفیظ خان، کرک ناتھ، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۰ء ص ۸۶

۲۰۔ ایضاً ص ۱۴۵